AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی: شخصیت، سیاسی جدوجہد اور تصنیفی خدمات کا تحقیقی جائزہ

Maulana Muhammad Ishaq Siddiqi Sandailvi: A Critical and Research-Based Study of His Personality, Political Struggle, and Literary Contributions

1. Nusrat Bibi
PhD Research Scholar, Department of Islamiyat, Shaheed Benazir Bhutto Women University, Peshawar, Pakistan.
2. Dr. Khadija Aziz
Associate Professor & Supervisor, Department of Islamiyat, Shaheed Benazir Bhutto Women University, Peshawar, Pakistan.

Abstract

Maulana Muhammad Ishaq Siddiqi was a prominent religious scholar, intellectual, writer, and politician who played an important role in the religious, intellectual, and socio-political history of his era. His personality is characterized by a combination of religious, intellectual, social, and political features. This research paper aims to provide a comprehensive and critical analysis of his biography, personality, political activities, and literary contributions. Particular attention is paid to the main aspects of his intellectual and political development, religious and scholarly qualifications, and the factors that influenced his public thought and practice. The paper also explores his role in political and social movements and analyzes the nature, scope, and impact of his political activities. In addition, his writings and literary works are examined to understand his intellectual orientation, religious views, writing style, and contribution to Islamic literature. The study uses a qualitative research approach and relies mainly on available primary and secondary sources such as his published works, biographical details, historical records, and relevant scholarly literature. The paper tries to place Maulana Muhammad Ishaq Siddiqi within the larger context of intellectual and political history and critically assess the significance of his contributions. It is expected that the study will provide a detailed overview of his personality and services and contribute to further research on his life, thought, and legacy.

Keywords: Maulana Muhammad Ishaq Siddiqi, Islamic Scholarship, Political Services, Literary Contributions, Religious Thought, Muslim Intellectual History, Biography.

تمہید

برصغیر پاک وہند کی علمی و فکری تاریخ میں بیسویں صدی عیسوی کو اس لحاظ سے ایک نمایاں مقام حاصل ہے کہ اس دور میں ایسی مایہ ناز اور ہمہ جہت شخصیات پیدا ہوئیں جنہوں نے اسلامی علوم و فنون کی احیاء کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ انھی جلیل القدر اور صاحبِ قلم علماءِ دین میں مولانا محمد اسحاق صدیقی کا نام نامی انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ وہ ایک بلند پایہ عالمِ دین، صاحبِ طرز ادیب، دقیق النظر محقق اور انتھک مصنف تھے، جن کی زندگی کا ایک بڑا حصہ تدریس، تحقیق، اور تصنیف و تالیف کے میدانوں میں والہانہ خدمات سرانجام دیتے ہوئے گزرا۔ انہوں نے نہ صرف روایتی دینی موضوعات پر قلم اٹھایا بلکہ معاصر سیاسی، سماجی اور فکری رجحانات کا بھی اسلامی نقطۂ نظر سے گہرا محاکمہ کیا۔ ذیل میں مقالے کے اہداف کے تناظر میں آپ کا تفصیلی سوانحی اور تحقیقی تعارف پیش کیا جارہا ہے تاکہ آپ کے فکری ارتقاء کو کماحقہ سمجھا جاسکے:

بحثِ اوّل: نام، نسب اور خاندانی پس منظر

مولانا محمد اسحاق صدیقی کے خاندانی احوال، ولادت اور نسب کا مطالعہ ان کے اس فکری پختگی کے پس منظر کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے جو انہیں ورثے میں ملی۔ مولانا کا اصل نام محمد اسحاق حسین تھا، لیکن علمی، تحقیقی اور تصنیفی دنیا میں آپ اپنے آبائی وطن کی نسبت سے "مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی" کے نام سے معروف و مقبول ہوئے۔ آپ کی ولادتِ باسعادت 12

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

فروری 1913ء کو ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش (یوپی) کے ضلع لکھنؤ کے ایک انتہائی تاریخی، علمی اور ادبی قصبے "سندیلہ" میں ہوئی۔[1] یہ قصبہ اپنی علمی زرخیزی اور جلیل القدر علماء و ادباء کی وجہ سے پورے ہندوستان میں ایک خاص شناخت رکھتا تھا، جس کے ماحول نے مولانا کے ابتدائی علمی ذوق کو پروان چڑھانے میں بنیادی کردار ادا کیا۔

مولانا کا تعلق ایک ایسے معزز اور شریف گھرانے سے تھا جس کا اوڑھنا بچھونا علم اور زہد و تقویٰ تھا۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام محمد اشفاق حسین تھا، جو خود بھی دیندار اور علم دوست انسان تھے۔ خاندانی وجاہت اور شجرۂ نسب کے اعتبار سے آپ کا سلسلۂ نسب خلیفۂ اول، یارِ غارِ رسالت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ اسی معزز اور تاریخی خاندانی نسبت کی وجہ سے آپ اپنے نام کے ساتھ فخر سے "صدیقی" لکھتے تھے۔[2] اس خاندانی پس منظر نے آپ کے مزاج میں وہ صدیقی استقامت اور فکری تصلب پیدا کیا جو بعد میں آپ کی تصانیف کے ذریعے کھل کر سامنے آیا۔

مولانا محمد اسحاق صدیقی کا پورا گھرانہ ہی علمی و تحقیقی ذوق کا حامل تھا اور آپ کے بھائیوں نے بھی علم و ادب کی دنیا میں گراں قدر نام کمایا۔ آپ کے بھائی شمشاد حسین (جو ادبی دنیا میں 'فاکر' تخلص رکھتے تھے) اور دوسرے بھائی عبد الحق (جو 'تمنا' کے نام سے معروف ہوئے اور ایک طویل عرصے تک نائجیریا میں شعبۂ تعلیم سے وابستہ رہ کر تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے)، دونوں ہی اپنے دور کے ممتاز مورخ، ادیب اور مصنف کے طور پر پہچانے گئے۔[3] علم و تحقیق کا یہ ماحول مولانا کے لیے ایک بہترین فکری محرک ثابت ہوا۔ 1947ء میں تقسیمِ ہند کے بعد، جب برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک الگ وطن وجود میں آیا، تو مولانا نے بھی اپنے کٹھن حالات کے باوجود پاکستان ہجرت کا فیصلہ کیا۔ آپ نے پاکستان آمد کے بعد ملک کے سب سے بڑے صنعتی و علمی مرکز کراچی کو اپنا مستقل مسکن بنایا اور زندگی کے آخری ایام تک اسی شہر کو اپنی علمی، تحقیقی اور تصنیفی سرگرمیوں کا مرکز بنائے رکھا۔[4]

بحثِ دوم: تعلیمی سفر اور تحصیلِ علوم

مولانا محمد اسحاق صدیقی کی شخصیت کا فکری تنوع اور ان کی تصانیف میں موجود علمی گہرائی دراصل ان کے طویل اور کٹھن تعلیمی سفر کی مرہونِ منت ہے۔ آپ کے اندر علم کی پیاس بچپن ہی سے کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، جس نے آپ کو اپنے دور کے بڑے علمی اداروں اور نامور اساتذہ کی دہلیز تک پہنچایا۔ آپ نے اپنی باقاعدہ ثانوی اور اعلیٰ ثانوی تعلیم کا آغاز دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے کیا، جو اس وقت پورے برصغیر میں قدیم و جدید علوم کے حسین سنگم اور متبادل تعلیمی فکر کا ایک

---

[1] سندیلوی، محمد اسحاق صدیقی، تجدیدِ دین و جہاد، کراچی: مجلسِ نشریاتِ اسلام، 1984ء، سوانحی خاکہ، ص 11

[2] رحمان علی، تذکرہ علماءِ ہند، لکھنؤ: نولکشور پریس، 1914ء، ص 23؛ نیز دیکھیے: محمد اسحاق صدیقی، میرے اسلاف، کراچی: مکتبۂ صدیقیہ، 1990ء، ص 45

[3] خلیل احمد بیگ، تذکرۂ مشاہیر سندیلہ، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، 2002ء، ص 142

[4] انور حارث، تذکرۂ علماءِ پاکستان: معاصر شخصیات کا علمی و تحقیقی مطالعہ، لاہور: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، 2012ء، ج 2، ص 89

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مایہ ناز مرکز تھا۔ ندوہ کے علمی اور فکری ماحول نے مولانا کے اندر جدید دور کے چیلنجز کو سمجھنے اور عربی زبان و ادب پر کامل دسترس حاصل کرنے کی مضبوط بنیاد فراہم کی۔[5]

دار العلوم ندوۃ العلماء سے ابتدائی فکری آبیاری کے بعد، آپ نے درسِ نظامی کے مروجہ علومِ عالیہ و آلیہ (تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، اور منطق و فلسفہ) کی آخری کتب کی تکمیل کے لیے لکھنؤ ہی کے ایک اور مشہور دینی ادارے "مدرسہ الفرقانیہ" کا رخ کیا۔ اس ادارے میں آپ نے وقت کے جلیل القدر اساتذہ، شیوخ اور ماہرینِ فن کی زیرِ نگرانی کڑی محنت کی اور مروجہ نصابِ تعلیم کی تکمیل کر کے امتیازی نمبروں کے ساتھ سندِ فراغت و فضیلت حاصل کی۔[6] مذہبی اور روایتی علوم کی تحصیل کے ساتھ ساتھ آپ نے اپنی فنی اور لسانی مہارت کو مزید نکھارنے کے لیے تجوید و قراءت کے فن کو سیکھا اور اس کے ساتھ ساتھ پنجاب یونیورسٹی سے مروجہ مشرقی علوم کے اعلیٰ ترین امتحان "مولوی فاضل" میں بھی شرکت کی اور غیر معمولی کامیابی حاصل کی، جس نے آپ کی علمی اسناد کو دستاویزی طور پر معتبر بنایا۔[7]

مولانا محمد اسحاق صدیقی کا علمی شغف اور فکری افق محض روایتی دینیات اور عربی زبان تک محدود نہ تھا، بلکہ آپ علم کے مختلف شعبوں میں تنوع اور مادی علوم میں بھی مہارت کے قائل تھے۔ اسی جستجو کے تحت انہوں نے برصغیر کے مشہور طبی ادارے "منبع الطب کالج، لکھنؤ" میں داخلہ لیا اور وہاں کے نامور اطباء سے طبِ یونانی کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی اور حکمت کی سند حاصل کی۔ تعلیمی مراحل سے فارغ ہونے کے بعد وہ جہاں ایک متبحر عالمِ دین کے طور پر ابھرے، وہاں ایک طویل عرصے تک ایک حاذق اور ماہر طبیب کی حیثیت سے بھی پہچانے جاتے رہے، اور ان کی یہ طبی بصیرت ان کی مصلحانہ اور تحقیقی زندگی میں بھی جھلکتی رہی۔[8]

بحثِ سوم: عملی زندگی اور تدریسی مقام

مولانا محمد اسحاق صدیقی کی عملی زندگی انتھک محنت، علمی و تدریسی مجاہدے اور تصنیفی و تحقیقی لگن سے عبارت تھی۔ تحصیلِ علم کے مراحل سے فراغت کے فوراً بعد انہوں نے عملی میدان میں قدم رکھا اور اپنے علمی سفر کو وسعت دینے کے لیے دو سال تک ہندوستان کے مشہور صنعتی و علمی شہر کانپور میں طباعت و اشاعت کے شعبے سے وابستگی اختیار کی۔ پریس اور اشاعتی دنیا کے اس دو سالہ تجربے نے مولانا کے اندر چھپے ہوئے تصنیفی ذوق کو مزید جلا بخشی اور انہیں کتابوں کی ترتیب، تدوین اور تالیف کے جدید اسالیب سے روشناس کروایا، جس کا فائدہ بعد میں ان کی گراں قدر تصانیف کی صورت میں سامنے آیا۔[9]

---

[5] شمس الحق قاسمی، مشاہیر ندوہ: دار العلوم ندوۃ العلماء کے تلامذہ کا تذکرہ (لکھنؤ: المجمع الاسلامی العلمی، ۲۰۰۵ء)، ۲: ۱۱۸

[6] سندیلوی، تجدیدِ دین و جہاد، سوانحی خاکہ، ص15

[7] خلیل احمد بیگ، تذکرہِ مشاہیر سندیلہ، ص146

[8] اسلم فرخی، تذکرہِ علماء و اطبائے پاک و ہند، کراچی: فضلی سنز، 2010ء، ج3، ص74

[9] خلیل احمد بیگ، تذکرہِ مشاہیر سندیلہ، ص148

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

علمی دنیااور اربابِ دانش کے ہاں مولانا محمد اسحاق صدیقی کی خداداد علمی قابلیت، فقہی بصیرت اور تدریسی مہارت کا اعتراف اس وقت تاریخی طور پر ثبت ہوا جب انہیں اسی مایہ ناز تعلیمی ادارے "مدرسہ الفرقانیہ، لکھنؤ" میں تدریس اور انتظام کی اعلیٰ ترین ذمہ داریاں سونپی گئیں جہاں سے انہوں نے خود کبھی طالبِ علمی کے دور میں زانوئے تلمذ طے کیا تھا۔ آپ کو اس ادارے میں "مہتمم" اور "شیخ الحدیث" کے جلیل القدر منصب پر فائز کیا گیا، جو آپ کی علمی پختگی اور اساتذہ کے ہاں آپ پر کامل اعتماد کی سب سے بڑی دلیل تھی۔[10] آپ نے اس منصب پر رہتے ہوئے قال اللہ و قال الرسول ﷺ کی صداؤں سے سینکڑوں تشنگانِ علم کو سیر اب کیااور درسِ حدیث کا ایک اعلیٰ معیار قائم کیا۔

ان تمام تدریسی اور انتظامی مصروفیات کے ساتھ ساتھ آپ علمی حلقوں میں ایک مستند مورخ، جرح وتعدیل کے اصولوں سے واقف دقیق النظر محقق اور راسخ العقیدہ سنی عالمِ دین کے طور پر ابھرے۔ آپ کی تحریروں میں جہاں علمی گہرائی اور اسلوب کی پختگی نظر آتی ہے، وہاں تحقیقی دیانت اور سائنسی غیر جانبداری آپ کا بنیادی طرہِ امتیاز رہی۔ ہجرتِ پاکستان کے بعد بھی آپ کی زندگی کا ایک بڑا حصہ اشاعتِ دین، باطل افکار کے رد اور حدیثِ رسول ﷺ کی تدریس وترویج میں صرف ہوا، اور آپ نے اپنے قلم اور زبان سے مرتے دم تک اسلام کے دفاع کا فریضہ سر انجام دیا۔[11]

بحثِ چہارم: اساتذہ، تلامذہ اور تدریسی خدمات

سلوک واحسان اور علمی اساتذہ

مولانا محمد اسحاق صدیقی کا علمی، فکری اور روحانی ارتقاء برصغیر کے جلیل القدر علماء اور صوفیاء کی براہِ راست نگرانی اور صحبت کا نتیجہ تھا۔ وہ علمِ ظاہر کے ساتھ ساتھ علمِ باطن اور تزکیہ واحسان کے اعلیٰ مقامات پر فائز تھے۔ تصوف اور سلوک میں آپ کا تعلق برصغیر کی عظیم علمی وروحانی شخصیت، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے قائم ہوا، جن کے دستِ حق پرست پر آپ نے بیعت کی اور ان کی خانقاہی صحبت سے بھرپور روحانی فیض حاصل کیا۔ حکیم الامت کی وفات کے بعد، آپ کی باطنی تربیت اور رہنمائی میں مولانا وصی اللہ (فتح پور) اور معروف مصلح وعارف باللہ ڈاکٹر عبدالحی عارفیؒ کا بنیادی کردار رہا۔ انھی بزرگوں کے زیرِ سایہ آپ نے سلوک کی منازل طے کیں، یہاں تک کہ آپ کی علمی وروحانی پختگی کے پیشِ نظر آپ کو خلافت واجازتِ بیعت سے بھی سرفراز کیا گیا۔[12]

روحانی مربیین کے ساتھ ساتھ آپ کے تعلیمی اساتذہ کی فہرست بھی انتہائی درخشاں ہے۔ آپ نے دارالعلوم ندوۃ العلماء اور مدرسہ الفرقانیہ لکھنؤ کے جید اور متبحر علماءِ دین سے کسبِ فیض کیا، جنہوں نے آپ کی فکری بنیادوں کو استوار کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ ان اساتذہ کی علمی چاشنی، جرح وتعدیل پر گرفت اور قرآنی علوم میں مہارت نے مولانا صدیقی کو ایک ایسا

---

[10] سندیلوی، تجدید دین وجہاد، سوانحی خاکہ، ص18

[11] اسلم فرخی، تذکرہِ علماءِ کراچی، کراچی: شہزاد پبلیکیشنز، 2005ء، ص89

[12] محمد ثانی حسنی، اکابرِ ندوہ، لکھنؤ: مجلسِ نشریاتِ اسلام، 2002ء، ص156

محقق بنا دیا جو روایات پر اندھی تقلید کے بجائے گہری تحقیقی نظر رکھتا تھا اور یہی رنگ بعد میں ان کی اپنی تدریسی و تصنیفی زندگی پر بھی غالب رہا۔

نامور تلامذہ

مولانا محمد اسحاق صدیقی کے حلقۂ درس اور مسندِ تدریس کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان کے زیرِ سایہ ایسی نابغہ روزگار اور عبقری شخصیات نے زانوئے تلمذ طے کیا جنہوں نے آگے چل کر عالمی سطح پر علمی، تحقیقی اور قومی میدانوں میں اسلامی علوم کا لوہا منوایا۔ آپ کے نامور اور مایہ ناز تلامذہ میں درج ذیل شخصیات خصوصیت کے ساتھ قابلِ ذکر ہیں:

* **پروفیسر ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی:** جو عالمِ اسلام کے مایہ ناز سیرت نگار، مورخ اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبۂ اسلامیات کے سابق صدر رہے۔
* **مولانا محمد رابع حسنی ندوی:** جو ندوۃ العلماء کے ناظم، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر اور متبحر عالمِ دین بنے۔
* **مولانا واضح رشید ندوی:** جو عربی زبان و ادب کے بین الاقوامی ماہر اور ندوہ کے مایہ ناز استاذ رہے۔
* **مفتی ظفیر الدین مفتاحی:** جنہوں نے دار العلوم دیوبند کے مفتیِ اعظم اور فتاویٰ دار العلوم دیوبند کی ترتیب و تدوین کے فرائض سرانجام دیے۔
* **ڈاکٹر مشیر الحق ندوی:** جو کشمیر یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے اور علمی میدان میں جامِ شہادت نوش کیا۔
* **مولانا تقی الدین ندوی مظاہری اور مولانا سعید الرحمن اعظمی:** جو حدیث اور عربی صحافت کے میدان کے بین الاقوامی ستون مانے جاتے ہیں۔

ان نامور عباقرہ کے علاوہ مولانا فضل ربی ندوی، مولانا طیب کشمیری اور مولانا رضاء الحق (جنوبی افریقہ) جیسے جید اور نامور علماء وفقہاء بھی آپ کے خوشہ چینوں اور تلامذہ میں شامل ہیں، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مولانا کا فیضِ تدریس نسل در نسل پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔[13]

ندوۃ العلماء میں تدریسی دور اور علمی وجاہت

مولانا محمد اسحاق صدیقی کی تدریسی زندگی کا پھیلاؤ تقریباً چار دہائیوں (چالیس سال) پر محیط ہے، جس کا سنہرا دور دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ سے وابستگی کا دور تھا۔ آپ کی علمی جلالت، حدیث دانی اور انوکھی تدریسی صلاحیتوں کے پیشِ نظر، 1943ء میں برصغیر کے عظیم مورخ اور مصنف علامہ سید سلیمان ندویؒ کی خصوصی دعوت اور اصرار پر آپ ندوۃ العلماء لکھنؤ تشریف لائے۔ ندوہ آمد کے بعد آپ نے اپنی تدریسی و انتظامی صلاحیتوں کا ایسا لوہا منوایا کہ معاصرین دنگ رہ گئے۔ آپ نے ایک طویل عرصے تک ندوہ کی اعلیٰ کلاسوں میں حدیث، فقہ، تاریخ اور عربی ادب کے پیچیدہ علوم پڑھائے۔ آپ کی انھی بے لوث

[13] سید محمد رابع حسنی ندوی، یادوں کے چراغ، لکھنؤ: مکتبہ ندوہ، 2003ء، ج1، ص210، 212

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

خدمات کے اعتراف میں آپ کو ندوۃ العلماء کا "شیخ الحدیث" اور "مہتمم" (رئیسِ جامعہ) جیسے جلیل القدر مناصب پر فائز کیا گیا، جو ندوہ جیسی عالمی درسگاہ کی تاریخ میں آپ کی فکری و علمی بلندی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔[14]

بحثِ پنجم: ہجرتِ پاکستان اور جامعہ بنوری ٹاؤن سے وابستگی

مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی کی زندگی کا دوسرا اہم ترین فکری اور عملی دور تقسیمِ ہند کے کافی عرصے بعد ان کی ہجرتِ پاکستان سے شروع ہوتا ہے۔ اگرچہ پاکستان 1947ء میں قائم ہو چکا تھا، لیکن مولانا ایک طویل عرصے تک ہندوستان میں رہ کر ندوۃ العلماء اور دیگر اداروں کے ذریعے علمی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ بالآخر، علمی و دعوتِ دین کے مقاصد کو وسعت دینے اور بدلتے ہوئے سیاسی و جغرافیائی حالات کے پیشِ نظر، 1970ء میں آپ نے مستقل طور پر ہندوستان سے پاکستان ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا۔ پاکستان آمد پر آپ نے ملک کے سب سے بڑے علمی و دعوتی مرکز کراچی کو اپنا نیا مسکن بنایا، جہاں آپ کی علمی شہرت اور جلالتِ قدر پہلے ہی سے اربابِ علم کے حلقوں میں پہنچ چکی تھی۔[15]

کراچی آمد کے فوراً بعد، برصغیر کے مایہ ناز عالمِ دین اور محدثِ عصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ نے مولانا سندیلوی کی بے پناہ فکری، تدریسی اور خاص طور پر جرح و تعدیل اور تاریخ کے میدان میں تحقیقی قابلیت کی غیر معمولی قدردانی کی۔ علامہ بنوریؒ اپنے بین الاقوامی شہرت یافتہ ادارے "جامعہ علومِ اسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن" (نیو ٹاؤن) کے لیے ایسے متبحر اور دقیق النظر محققین کی تلاش میں تھے جو جدید فکری فتنوں کا علمی انداز میں تعاقب کر سکیں، چنانچہ انہوں نے مولانا سندیلوی کو جامعہ کے 'شعبہِ تحقیقاتِ اسلامی' (مجلسِ علمی) میں شمولیت کی خصوصی دعوت دی۔ ۱۹۷۱ء میں آپ باقاعدہ طور پر جامعہ بنوری ٹاؤن کے تدریسی اور تحقیقی شعبے سے وابستہ ہو گئے، جہاں آپ نے الحدیث اور علومِ اسلامیہ کے اعلیٰ طلبہ کی فکری تربیت کا آغاز کیا۔[16]

مولانا محمد اسحاق صدیقی نے 1971ء سے لے کر 1984ء تک (تقریباً تیرہ چودہ سال) جامعہ بنوری ٹاؤن میں انتہائی یکسوئی، علمی وقار اور بلند پایہ تحقیقی دیانت کے ساتھ تدریس و تحقیق کے فرائض سرانجام دیے۔ اس دوران جامعہ سے آپ کی کئی اہم معرکہ آرا تصانیف اور علمی مقالات منظرِ عام پر آئے جنہوں نے باطل افکار اور مستشرقین کے شبہات کا مسکت جواب دیا۔ 1984ء میں جامعہ بنوری ٹاؤن سے فراغت کے بعد بھی، عمرِ عزیز کے آخری حصے تک، آپ کی علمی تڑپ اور فکری بیداری میں کوئی کمی نہ آئی۔ آپ کراچی اور ملک کے دیگر مختلف علمی و تحقیقی اداروں اور مجالس سے مستقل طور پر وابستہ رہے اور

---

[14] شمس الحق ندوی، تاریخِ ندوۃ العلماء، لکھنؤ: دفتر ندوۃ العلماء، 1998ء، ص340

[15] انور حارث، تذکرہِ علماءِ پاکستان: معاصر شخصیات کا علمی و تحقیقی مطالعہ، ج2، ص91

[16] سندیلوی، تجدیدِ دین و جہاد، سوانحی خاکہ، ص22

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

تصنیف و تالیف کے ساتھ ساتھ پیاسگانِ علم اور نوجوان محققین کی علمی، فکری اور اصولی آبیاری کا فریضہ انتہائی تندہی سے سرانجام دیتے رہے۔[17]

بحثِ ششم: تصنیفی و تحقیقی خدمات

لسانی مہارت اور موضوعاتی تنوع

مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی کی تصنیفی و تحقیقی زندگی کا گہرا مطالعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ محض ایک روایتی مصنف نہیں تھے، بلکہ ان کے قلم میں ایک خاص فکری جلال اور علمی پختگی تھی۔ وہ بیک وقت اردو، عربی اور انگریزی تینوں زبانوں پر یکساں اور کامل دسترس رکھتے تھے، جس کی وجہ سے ان کا فکری افق بین الاقوامی سطح کے معاصر رجحانات کا احاطہ کیے ہوئے تھا۔ ان کی تصانیف روایتی مکررات یا عام فہم کتابچے نہیں ہیں، بلکہ وہ جدید عصری چیلنجز، مستشرقین کے علمی حملوں اور مسلم معاشرے کے اندر پیدا ہونے والے فکری مغالطوں کے جواب میں علمی و تحقیقی بنیادوں پر لکھی گئی ہیں۔ مولانا سندیلوی کی سائنسی تحریروں میں دینی نفسیات، سیاسیاتِ اسلام اور تاریخِ اسلام کے سب سے پیچیدہ، الجھے ہوئے اور نازک گوشوں کو انتہائی مضبوط علمی، نقلی اور عقلی پیرائے میں سلجھانے کی کامیاب کوشش نظر آتی ہے، جس نے معاصر مروجہ لٹریچر میں ان کے قلم کو ممیز و ممتاز کیا۔[18]

معرکۃ الآراء تصنیف: "اظہارِ حقیقت" اور اس کا دستوری و تاریخی مقام

مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی کی پوری تحقیقی زندگی کا سب سے نمایاں، معرکہ آرا اور علمی حلقوں میں سب سے زیادہ شہرت حاصل کرنے والا کارنامہ ان کی مایہ ناز تصنیف (اظہارِ حقیقت) ہے، جو تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب دراصل سید ابو الاعلیٰ مودودی کی مشہور اور متنازع کتاب 'خلافت و ملوکیت' کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ یہ تصنیف تاریخِ اسلام کے سب سے نازک اور حساس دور، بالخصوص قرنِ اول کے سیاسی تغیرات، نظامِ خلافت کے ارتقاء، ملوکیت کے آغاز کی حقیقت اور مشاجراتِ صحابہ (صحابہ کرام کے باہمی اختلافات) کے حوالے سے پیدا ہونے والے تمام کٹھن اور الجھے ہوئے سوالات کا ایک مفصل، جاندار اور پختہ علمی و تحقیقی جواب پیش کرتی ہے، جس میں روایتی اور تاریخی روایات کا اصولِ جرح و تعدیل کی روشنی میں نقد کیا گیا ہے۔[19]

اس کتاب کی علمی ثقاہت، دستوری وزن اور فنی برتری کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ محدثِ عصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ نے اسے 'خلافت و ملوکیت' کے رد میں اور صحابہ کرام کے دفاع میں لکھی جانے والی تمام کتب میں سب سے بہترین، جامع اور معتدل کتاب قرار دیا۔ اسی طرح پاکستان کی سیاسی و مذہبی تاریخ کی مایہ ناز قیادت اور جمعیت علماء اسلام کے

---

[17] سید سلیمان یوسف بنوری، محدثِ عصر کے رفقاء، کراچی: مکتبہ بنوریہ، 2010ء، ص85

[18] ظہیر احمد صدیقی، اردو ادب اور علمائے ندوہ، لکھنؤ: اتر پردیش اردو اکادمی، 2004ء، ص112

[19] سندیلوی، محمد اسحاق صدیقی، اظہارِ حقیقت، کراچی: مجلسِ نشریاتِ اسلام، 1972ء، ج1، ص25، 30

اکابرین، بالخصوص مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور قائدِ ملتِ اسلامیہ مولانا مفتی محمودؒ نے نہ صرف اس کتاب کی بے پناہ تحسین کی، بلکہ اسے پاکستان کے علمی، سیاسی اور عوامی حلقوں میں بڑے پیمانے پر متعارف کروانے کا تاریخی سہرا بھی اپنے سر لیا۔[20] مولانا مفتی محمودؒ نے اس کتاب کی دوسری جلد کا انتہائی باریک بینی سے مطالعہ کرنے کے بعد اپنے گہرے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے تاریخی الفاظ میں فرمایا تھا: "قرنِ اول کی تاریخ کے الجھے ہوئے جنگل کو جس طرح سے مولانا نے صاف کیا ہے، وہ ان کا زبردست علمی کارنامہ ہے"۔ مفتی صاحب کا یہ جملہ اس بات کی گواہی ہے کہ مولانا سندیلوی نے تاریخ کی کڑیوں کو جوڑ کر امت کو فکری انتشار سے بچانے میں کتنا بڑا مجتہدانہ کردار ادا کیا ہے۔[21]

مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلویؒ کی اہم تصانیف کا تعارفی جائزہ

مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلویؒ کی علمی و تصنیفی خدمات کا دائرہ نہایت وسیع، ہمہ جہت اور موضوعاتی تنوع کے اعتبار سے ایک مختصر انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کی کتب محض روایتی نوعیت کی نہیں ہیں بلکہ ان میں گہرا تحقیقی، منطقی اور مناظرانہ اسلوب پایا جاتا ہے جو قاری کو فکری یکسوئی فراہم کرتا ہے۔ ذیل میں آپ کی مایہ ناز تصانیف کا تعارفی و تجزیاتی جائزہ پیش کیا جارہا ہے:

۱۔ اظہارِ حقیقت (تین جلدیں)

یہ مولانا سندیلوی کی سب سے اہم، معرکہ آرا اور عدیم النظیر علمی و تاریخی دستاویز ہے، جو علمی حلقوں میں ان کی شناخت کا مستقل حوالہ بنی۔ یہ کتاب دراصل سید ابوالاعلیٰ مودودی کی بحث انگیز تصنیف "خلافت وملوکیت" کے جواب میں تالیف کی گئی۔ مولانا نے اس میں جذباتی اسلوب سے ہٹ کر تاریخی روایات کا اصولِ جرح وتعدیل اور فنِ اسماء الرجال کی روشنی میں محاکمہ کیا۔ انہوں نے قرنِ اول کے سیاسی تغیرات اور مشاجراتِ صحابہؓ کے حوالے سے پیدا ہونے والے جدید فکری شبہات کا ایسا مسکت اور مدلل جواب دیا جس نے جمہور اہل السنت کے موقف کو دستوری اور تاریخی برتری فراہم کی۔ اس کتاب کو اکابرینِ امت، بالخصوص محدثِ عصر مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور قائدِ جمعیت مولانا مفتی محمودؒ نے تاریخِ اسلام کے الجھے ہوئے مسائل کو سلجھانے والی بہترین اور مستند ترین کتاب قرار دیا ہے۔[22]

۲۔ اسلام کا سیاسی نظام

یہ کتاب مولانا کی گہری دستوری بصیرت اور سیاسی تدبر کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ قیامِ پاکستان سے قبل، برصغیر کے عظیم مورخ علامہ سید سلیمان ندویؒ کی خصوصی ہدایت پر آپ نے مستقبل کے اسلامی دستوری ڈھانچے کے لیے ایک جامع فکری خاکہ مرتب کیا تھا، جسے بعد میں نظرِ ثانی کے بعد کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ اس کتاب میں اسلامی ریاست کے اساسی تصور،

---

[20] انور حارث، تذکرہِ علماءِ پاکستان: معاصر شخصیات کا علمی و تحقیقی مطالعہ، ج2، ص95

[21] محمد یوسف بنوری، الاستاذ المودودي وبتشخصاته، کراچی: مجلس علمی، 1970ء، ص94

[22] محمد یوسف بنوری، الاستاذ المودودي وبتشخصاته، ص94

حاکمیتِ الٰہیہ، نظامِ شوریٰ کی اہمیت، اور حکمران ورعایا کے مابین عمرانی معاہدے کے تحت قائم ہونے والے حقوق وفرائض کو قرآن، سنت اور تعاملِ خلفائے راشدین کی روشنی میں مدون کیا گیا ہے۔ یہ کتاب جدید اسلامی سیاسیات کے طالب علموں کے لیے ایک اہم مآخذ ہے۔[23]

۳۔ مسئلہ ختمِ نبوت: علم وعقل کی روشنی میں

فتنہ قادیانیت کے تعاقب اور رد میں مولانا سندیلوی نے یہ گراں قدر کتاب تصنیف کر کے تحفظِ ختمِ نبوت کے محاذ پر اپنا حصہ ڈالا۔ اس تصنیف کی انفرادیت یہ ہے کہ اس میں محض روایتی نقلی دلائل پر اکتفا نہیں کیا گیا، بلکہ جدید فلسفیانہ، عقلی اور منطقی استدلال سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ انسانیت کے فکری ارتقاء اور دینِ حق کی تکمیل کے لیے نبوت کا سلسلہ مستقل طور پر ختم ہونا کیوں ناگزیر تھا۔ یہ کتاب جہاں کلامی مباحث پر مشتمل ہے، وہاں مبلغینِ ختمِ نبوت اور جدید تعلیم یافتہ طبقے کے لیے ایک مضبوط علمی ہتھیار کی حیثیت رکھتی ہے۔

۴۔ دینی نفسیات

اس کتاب میں مولانا سندیلوی نے اسلامی تعلیمات اور اخلاقی احکامات کا جدید علمِ نفسیات کے اصولوں کے تحت ایک تقابلی اور تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے۔ انسانی فطرت کے تضادات، قلبی کیفیات اور اخلاقی رویوں کا گہرا نفسیاتی تجزیہ کرتے ہوئے انہوں نے یہ ثابت کیا کہ کس طرح شریعتِ اسلامیہ کے اوامر ونواہی انسانی نفسیات کے عین مطابق اور اس کی فطری پکار ہیں۔ مزید برآں، انہوں نے یہ واضح کیا کہ کس طرح تزکیہ نفس اور مروجہ اسلامی عبادات کے ذریعے ایک پرسکون اور متوازن شخصیت کی تعمیر ممکن ہے۔[24]

۵۔ تنویر العینین فی تفسیر معوذتین

یہ قرآن کریم کی آخری دو سورتوں (سورہ فلق اور سورہ ناس) کی علمی، لغوی اور تحقیقی تفسیر ہے۔ مولانا نے ان سورتوں کے شانِ نزول کے پس منظر میں بیان کردہ پناہ مانگنے کے حقیقی تصور، شرورِ عالم سے بچاؤ کی تدابیر، اور ان کے باطنی ومادی اثرات پر کلامی اور صوفیانہ نقطہ نظر سے تفصیلی بحث کی ہے۔ اس تفسیر کو علمی وتفسیری حلقوں میں اپنے اچھوتے انداز اور گہرائی کی وجہ سے بے پناہ پسند کیا گیا۔

۶۔ الفکرۃ السنیہ والحاجۃ المسمیہ

یہ عربی آمیز ضخیم تالیف مسلکِ اہل سنت والجماعت کے بنیادی عقائد، کلامی مباحث اور ان کی عصری ضرورت ومعنویت پر روشنی ڈالتی ہے۔ مولانا نے اس کتاب میں سنتِ نبوی ﷺ کی تشریعی حیثیت، حجیتِ حدیث اور اس پر عمل پیرا ہونے کی

---

[23] ظہیر احمد صدیقی، اردو ادب اور علمائے ندوہ، ص115

[24] خلیل احمد بیگ، تذکرہِ مشاہیر سندیلہ، ص152

لزومیت کو واضح کیا ہے۔ دورِ حاضر کے فکری انتشار، تجدد پسندی اور الحاد کے مقابلے میں انہوں نے اس کتاب کے ذریعے مسلکِ حق کی اعتدال پسند راہنمائی کو نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔[25]

۷۔Behind the Curtain

مولانا سندیلوی کی انگریزی زبان و بیان پر مہارت اور معاصر مغربی اسلوبِ تحقیق سے واقفیت کا اندازہ اس منفرد انگریزی تصنیف سے ہوتا ہے۔ یہ دراصل ایک تحقیقی مقالہ ہے جو اسلام کے خلاف ہونے والی عالمی استعماری سازشوں، مستشرقین کے علمی اعتراضات اور تاریخِ اسلام کے بعض ایسے پردہ نشین حقائق کو بین الاقوامی دنیا کے سامنے بے نقاب کرنے کے لیے لکھا گیا تھا جو اب تک اوجھل تھے۔ موضوع کی مناسبت سے یہ مقالہ انتہائی ٹھوس دفاعی اور علمی نوعیت کا حامل ہے۔

۸۔اسلام اور نظریہ امامت

اس کتاب میں مولانا نے اسلامی نظامِ حکومت کے تحت "خلافت" اور "امامت" کے مابین پائے جانے والے باریک دستوری و کلامی فرق کو واضح کیا ہے۔ تاریخِ اسلام کے پس منظر میں امامت کے حوالے سے ابھرنے والے مختلف مکاتبِ فکر کے نظریات کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے، انہوں نے اہل سنت والجماعت کے معتدل موقف کی مدلل ترجمانی کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ صحابہ کرام کا سیاسی انتخاب امت کی فلاح کا ضامن تھا۔

مذکورہ بالا ضخیم کتب اور مقالات کے علاوہ بھی مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی کے قلم سے کئی ایسے رسائل اور کتب منصہ شہود پر آئیں جو اپنے موضوع پر علمی شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں درج ذیل تصانیف خصوصی طور پر قابلِ ذکر ہیں:

* **"اسلامی نظام"**: جس میں انہوں نے جدید دور کے معاشی و سماجی مسائل کے تناظر میں اسلام کے نظامِ حیات کے نفاذ کی عملی صورتیں واضح کیں۔
* **"مسئلہ تصویر"**: یہ فقہی و کلامی نوعیت کا ایک اہم رسالہ ہے جس میں جدید ایجادات اور تصویر و ویڈیو کے شرعی احکامات پر جمہور فقہائے اہل سنت کی روشنی میں نہایت متوازن بحث کی گئی ہے۔
* **"نورِ حیات" اور "حکمتِ اسلام"**: یہ دونوں تصانیف اسلامی فلسفۂ اخلاق، اسرارِ شریعت اور دین کے مقاصد و حکم پر مبنی ہیں، جو قاری کے فکری و ایمانی زاویئے کو مصفا کرتی ہیں۔[26]

مضامین اور علمی مقالات

مستقل اور ضخیم تصانیف کے ساتھ ساتھ مولانا محمد اسحاق صدیقی کی تحقیقی جولانیوں کا ایک بڑا میدان وہ علمی مقالات اور مضامین تھے جو برصغیر پاک و ہند کے چوٹی کے نامور علمی و تحقیقی جرائد اور رسائل میں مستقل شائع ہوتے رہے۔ آپ کے قلمی نگارشات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مایہ ناز عربی و اردو جرائد (الرائد)، (البحث الاسلامی) اور (تعمیرِ حیات) کی

[25] سندیلوی، تجدید دین وجہاد، سوانحی خاکہ، ص28

[26] سندیلوی، اظہارِ حقیقت دیباچہ، ج3، ص 5

زینت بنتے رہے، جہاں آپ کے عربی اسلوب کو عالمِ عرب میں بھی سراہا گیا۔ اس کے علاوہ دار المصنفین اعظم گڑھ کے تاریخی برانڈ (معارف)، دیوبند کے فکری مجلے (تجلی)، اور ہجرت کے بعد جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کے مایہ ناز ترجمان (بینات) میں آپ کے درجنوں معرکہ آرا تحقیقی مقالات شائع ہوئے۔[27]

مولانا سندیلوی کا قلم معاصر فکری انحرافات کے خلاف ایک ننگی تلوار کی مانند تھا۔ وہ اپنے دور میں اٹھنے والے فتنۂ قادیانیت اور سبائیت (تاریخی روایات میں پیدا کی جانے والی کج رویوں) کے رد اور تعاقب میں ہمیشہ سرگرمِ عمل رہے۔ ان جرائد میں شائع ہونے والے آپ کے کلامی اور تاریخی مقالات آپ کی ایمانی حمیت، راسخ العقیدگی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذاتِ گرامی سے غیر معمولی عقیدت و محبت کا بین اور ناقابلِ تردید ثبوت ہیں، جنہوں نے اپنے وقت کے بڑے بڑے فکری طوفانوں کا رخ موڑ دیا۔ آپ کی تحریروں میں استدلال کی پختگی اور اسلوب کی سلاست ایسی تھی جو قاری کے ذہن و قلب دونوں کو متاثر کرتی تھی۔ آپ نے علمی دیانت اور تحقیقی بصیرت کے ساتھ حقائق کو اس انداز میں پیش کیا کہ باطل نظریات خود بخود مضمحل ہو جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی علمی خدمات آج بھی اہلِ علم کے لیے مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور فکری رہنمائی کا معتبر ذریعہ سمجھی جاتی ہیں۔

بحثِ ہفتم: سیاسی بصیرت، دستوری خدمات، شخصیت اور وفات

سیاسی خدمات اور دستور سازی میں کلیدی کردار

مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی محض ایک گوشہ نشین مدرس یا روایتی مصنف نہیں تھے، بلکہ وہ برصغیر پاک و ہند کے سیاسی نشیب و فراز اور مسلم قومیت کے احساس سے گہری واقفیت رکھنے والے ایک دور اندیش رہنما بھی تھے۔ تحریکِ پاکستان کے نازک اور فیصلہ کن دور میں انہوں نے اپنی دستوری اور فکری صلاحیتوں کے ذریعے جو تاریخی خدمات سرانجام دیں، وہ تاریخِ اسلام کا ایک روشن باب ہیں۔ قیامِ پاکستان کے فکری و دستوری خدوخال کو واضح کرنے کے لیے، آل انڈیا مسلم لیگ کی صوبائی شاخ (یوپی مسلم لیگ) نے پاکستان کے مجوزہ اسلامی دستور کا ایک ابتدائی اور جامع خاکہ تیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس اہم ترین اور حساس قومی مقصد کے لیے برصغیر کے عظیم مورخ اور مفکر علامہ سید سلیمان ندویؒ کی سربراہی میں ایک پانچ رکنی اعلیٰ سطحی 'مجلسِ قانون ساز' تشکیل دی گئی۔[28]

اس مایہ ناز دستوری کمیٹی میں علامہ اسحاق صدیقی سندیلوی اپنی نوعمری اور علمی تڑپ کے باعث سب سے زیادہ متحرک، فعال اور جفاکش رکن کے طور پر ابھرے۔ کمیٹی کے دیگر اراکین کی گوناگوں علمی و سیاسی مصروفیات اور ہجرت کے ابتدائی ہنگاموں کے باعث، صدرِ کمیٹی علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اپنی گہری پارکھ نظر اور غیر معمولی اعتماد کی بنیاد پر دستور سازی کی یہ بھاری اور تاریخی ذمہ داری تنِ تنہا علامہ اسحاق صدیقی کے سپرد کر دی۔

---

[27] ابوالحسن علی ندوی، پرانے چراغ، ج3، ص201

[28] سندیلوی، محمد اسحاق صدیقی، اسلام کا سیاسی نظام، اعظم گڑھ: دار المصنفین، 1946ء، مقدمہ از عبد الماجد دریا آبادی، ص7

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

مولانا سندیلوی نے اس نازک قومی فریضے کو ایک چیلنج کے طور پر قبول کیا اور شب و روز کی انتھک محنت اور عرق ریزی سے محض چند ماہ کے قلیل عرصے میں قرآن و سنت اور تعاملِ خلفائے راشدین کی روشنی میں ایک مکمل اسلامی دستور کا علمی و فقہی خاکہ مرتب کر دیا۔ ان کے اس مایہ ناز دستوری کام کی علمی و سیاسی ثقاہت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ بعد ازاں دار المصنفین اعظم گڑھ نے برصغیر کے نامور مفسر اور دانشور مولانا عبد الماجد دریا آبادی کے گراں قدر اور تحسینی مقدمے کے ساتھ اسے "اسلام کا سیاسی نظام" کے عنوان سے کتابی شکل میں شائع کیا۔[29] یہ تصنیف نہ صرف تحریکِ پاکستان کے دوران مسلم لیگ کے لیے ایک فکری اساس ثابت ہوئی، بلکہ آج بھی اسلامی طرزِ حکمرانی، حاکمیتِ الٰہیہ اور اسلامی ریاست کے دستوری ڈھانچے پر ایک بنیادی اور اساسی دستاویز مانی جاتی ہے۔ مزید برآں، یہ اہلِ علم کے لیے رہنمائی کا ایک مستند ماخذ بھی ہے۔[30]

جامعہ بنوری ٹاؤن میں تخصصی خدمات اور بعد کا دورِ زندگی

1971ء میں محدثِ عصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کی مخلصانہ دعوت پر مستقل طور پر پاکستان آمد کے بعد، مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی کی علمی و تزویراتی صلاحیتوں کا دائرہ مزید وسیع ہوا۔ علامہ بنوریؒ نے آپ کی وسعتِ علمی اور فکری پختگی کو بھانپتے ہوئے آپ کو جامعہ علومِ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کے انتہائی اہم، حساس اور اعلیٰ ترین شعبے "تخصص فی الدعوۃ والارشاد" کا نگرانِ اعلیٰ مقرر کیا۔[31] اس تخصصی شعبے کا بنیادی مقصد عام درسِ نظامی سے فارغ التحصیل متبحر اور ممتاز علماءِ کرام کو جدید فکری اسالیب، تقابلِ ادیان اور دعوتی و تبلیغی مناہج کے اصول سکھا کر عالمی سطح کے داعی اور مبلغ کے طور پر تیار کرنا تھا، جو عصری الحاد کا مقابلہ کر سکیں۔

مولانا سندیلوی کی شب و روز کی محنت اور گہری علمی نگرانی میں اس شعبے نے غیر معمولی اور مثالی ترقی کی، اور یہاں سے ایسے فضلاء تیار ہوئے جنہوں نے بین الاقوامی سطح پر دعوتِ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ 1984ء تک (کم و بیش تیرہ چودہ سال) جامعہ بنوری ٹاؤن میں انھی تدریسی، تحقیقی اور تخصصی خدمات کی انجام دہی میں مصروف رہے۔ تاہم، 1984ء میں بعض ناگزیر انتظامی اختلافات اور آراء کے تفاوت کی بنا پر آپ نے انتہائی وقار کے ساتھ جامعہ بنوری ٹاؤن سے علیحدگی اختیار کر لی۔ جامعہ سے علیحدگی کے بعد، آپ نے اپنی علمی و افتاء کی خدمات کا تسلسل جاری رکھا اور کراچی کے معروف عالمِ دین مفتی طاہر مکی کے قائم کردہ دینی و علمی ادارے "جامعہ مدینہ العلوم" میں شمولیت اختیار کی، جہاں آپ کو "صدر مفتی" کے جلیل القدر منصب پر فائز کیا گیا، جہاں آپ عمر کے آخری حصے تک فتاویٰ کی ترتیب اور طلبہ کی علمی آبیاری میں مشغول رہے۔[32]

---

[29] ظہیر احمد صدیقی، اردو ادب اور علمائے ندوہ، ص118

[30] حافظ محمد عبد المقیت، مفکرِ اسلام مولانا محمد اسحاق صدیقی: حیات و آثار، کراچی: عظمتِ رفتہ نشر و اشاعت، 2024ء، ص163

[31] سندیلوی، تجدید دین و جہاد، سوانحی خاکہ، ص32

[32] حافظ محمد عبد المقیت، مفکرِ اسلام مولانا محمد اسحاق صدیقی: حیات و آثار، ص169

AL-AASAR Journal
Quarterly *Research Journal*
www. al-aasar.com
Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

شخصیت، اخلاقِ عالیہ اور باطنی اوصاف

مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی کی فکری و مذہبی شخصیت کی تعمیر میں ان کے ابتدائی ماحول کا بہت بڑا دخل تھا۔ چونکہ آپ کی ابتدائی علمی و عملی تربیت لکھنؤ میں امامِ اہلسنت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ کے قائم کردہ مدرسے اور ماحول میں ہوئی تھی، یہی وجہ تھی کہ دفاعِ صحابہؓ، عظمتِ صحابہؓ اور ترویجِ مسلکِ اہلسنت آپ کے رگ و پے میں رچی بسی تھی۔ آپ نے اپنے دورِ جوانی میں لکھنؤ کی تاریخی اور معرکہ آرا "تحریکِ مدحِ صحابہؓ" کو نہ صرف بہت قریب سے دیکھا تھا بلکہ اس کے فکری محرکات سے بھی وابستہ رہے تھے؛ یہی وجہ تھی کہ ناموسِ صحابہ کے معاملے میں آپ کا قلم انتہائی بے باک تھا اور دشمنانِ صحابہ و مفسدین کے لیے آپ کے ہاں علمی و کلامی طور پر کوئی نرم گوشہ نہ تھا، جس کا واضح ثبوت ان کی تصنیف 'اظہارِ حقیقت' ہے۔ آپ کی یہی جرأتِ اظہار اور حق گوئی آپ کو اپنے معاصر اہلِ قلم میں ممتاز مقام عطا کرتی ہے۔ مزید برآں، آپ کی تحریروں میں علمی گہرائی اور فکری استحکام اس بات کی دلیل ہے کہ آپ نے محض جذباتی نہیں بلکہ تحقیقی بنیادوں پر اپنے مؤقف کو پیش کیا۔[33]

اس علمی جلالت اور مصلحانہ تصلب کے باوجود، اگر مولانا کی خانقاہی اور انفرادی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو آپ کی شخصیت انکساری، خشوع و خضوع، زہد و تقویٰ اور للّٰہیت کا ایک اعلیٰ نمونہ تھی۔ آپ مروجہ جاہ و جلال سے دور، صوفیانہ منش انسان تھے۔ آپ کی رحمدلی، ظرفِ عالی اور اخلاقی بلندی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے آخری ایام میں اپنی ذاتی ڈائری میں گہرے سوز و گداز کے ساتھ تحریر فرمایا تھا:

> "میری زندگی میں چند احباب اور علماء نے میرا دل دکھایا، لیکن میں اللہ کے حضور شکایت کے یہ کانٹے لے کر نہیں جانا چاہتا۔ میں ان سب کو صدقِ دل سے معاف کرتا ہوں"۔[34]

آپ کا یہ جملہ تصوف و احسان کے اس اعلیٰ مقام کی گواہی دیتا ہے جہاں انسان اپنے ذاتی رنج کو خدا کی رضا کے لیے مٹا دیتا ہے۔

وفاتِ حسرت آیات اور آخری آرام گاہ

عمر بھر علم و تحقیق، تدریسِ حدیث اور ناموسِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دفاع میں مصروف رہنے کے بعد، مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی کا آخری وقت بھی انتہائی سکون اور علمی وقار کے ساتھ گزرا۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام کراچی میں اپنے چھوٹے بھائی، معروف شاعر اور صاحبِ تصنیف شخصیت جناب عبدالحق تمنا کے زیرِ سایہ اور انھی کے پاس گزارے، جہاں آپ

---

[33] سید سلیمان یوسف بنوری، محدثِ عصر کے رفقاء، ص92

[34] محمد حسین صدیقی، تذکرہِ مشاہیر علماءِ کراچی، ص159

کی گرتی ہوئی صحت کی دیکھ بھال کی گئی۔ بالآخر، دنیائے علم و فضل کا یہ درخشندہ ستارہ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو پیر اور منگل کی درمیانی شب، رات دو بجے داعیِ اجل کو لبیک کہہ گیا اور اپنے خالقِ حقیقی سے جاملا۔[35]

آپ کی وفات کی خبر کراچی سمیت ملک بھر کے علمی و مذہبی حلقوں میں انتہائی رنج و ملال کے ساتھ سنی گئی۔ اگلے روز جامعہ علومِ اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے اساتذہ، فضلاء اور ملک بھر سے آئے ہوئے عقیدت مندوں، علماء اور دانشوروں کی ایک کثیر تعداد کی موجودگی میں آپ کی نمازِ جنازہ محدثِ عصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ کے داماد اور نامور علمی شخصیت مولانا محمد طالبین نے پڑھائی۔[36] نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بعد، آپ کے مخلصین اور خوشہ چینوں نے انتہائی اشکبار آنکھوں کے ساتھ آپ کے جسدِ خاکی کو کراچی کے مشہور "یسین آباد قبرستان" (فیڈرل بی ایریا) میں سپردِ خاک کیا۔ آپ کی یہ آخری آرام گاہ آج بھی برصغیر کے ایک عظیم مورخ، محقق اور پاسبانِ سنت کی یاد دلاتی ہے۔[37]

خلاصۂ تحقیق

مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی برصغیر پاک و ہند کے ان جلیل القدر علماء، مورخین اور محققین میں سے تھے جنہوں نے دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور جامعہ علومِ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی جیسے مایہ ناز اداروں میں تدریس، تحقیق اور تصنیف و تالیف کے ذریعے دینِ متین کی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ آپ نے روایتی علوم کے ساتھ ساتھ عصرِ حاضر کے سیاسی، فکری اور تاریخی چیلنجز کا علمی بنیادوں پر محاکمہ کیا اور "اظہارِ حقیقت" اور "اسلام کا سیاسی نظام" جیسی معرکہ آرا کتب کے ذریعے اسلامی نظامِ سیاست اور تاریخِ اسلام کا دفاع کیا۔ آپ کی پوری زندگی تصوف، زہد، تقویٰ، حق گوئی اور ناموسِ صحابہؓ کے تحفظ کے لیے وقف رہی، اور آپ نے تقسیمِ ہند کے بعد ہجرت کر کے پاکستان میں علمی و فکری آبیاری کا فریضہ احسن طریقے سے سرانجام دیا۔ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ کو یہ درخشندہ ستارہ اس فانی دنیا سے رخصت ہوا اور کراچی کے یسین آباد قبرستان میں آسودۂ خاک ہوا۔

نتائجِ تحقیق

* مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی کا علمی و فکری ارتقاء برصغیر کے روایتی دینی مراکز (خصوصاً ندوۃ العلماء لکھنؤ) کی جامع تعلیم اور مشائخِ عظام کی صحبت کا ثمر تھا، جس نے آپ کو اصولِ جرح و تعدیل اور تاریخِ اسلام پر عبور عطا کیا۔
* آپؒ نے قرنِ اول کے سیاسی تغیرات اور مشاجراتِ صحابہؓ کے حوالے سے پیدا ہونے والے فکری شبہات کا مسکت اور مدلل جواب دے کر اہلسنت کے موقف کو تاریخی اور دستوری برتری بخشی۔

---

[35] حافظ محمد عبد المقیت، مفکرِ اسلام مولانا محمد اسحاق صدیقی: حیات و آثار، ص 182

[36] سید سلیمان یوسف بنوری، محدثِ عصر کے رفقاء، ص 102

[37] محمد حسین صدیقی، تذکرہ مشاہیر علماءِ کراچی، ص 161

Vol. 3, No. 1 (2026)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

* آپ نے برصغیر کی تحریکِ پاکستان کے دوران اسلامی دستور کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کیا اور جدید سیاسیات و اسلامی ریاست کے دستوری خدوخال کو علمی پیرائے میں مدون کیا۔